بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پروفیسر محمد اقبال جاوید

مقالاتِ سیرت ۔ایک تعارفی جائزہ

وزارت مذہبی امور،حکومت پاکستان ۔اسلام آباد

قومی سیرت کانفرنس ۱۲،۱۳ربیع الاول ۱۴۱۰ھ/۱۴،۱۵/اکتوبر ۱۹۸۹ء

اس کانفرنس کا مرکزی خیال تھا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعیٔ امن واخوت

فہرست

۱۔تعارفی کلمات	جناب حق نواز اختر،	۱
	سیکرٹری وزارت مذہبی امور،اسلام آباد	
۲۔خطبۂ استقبالیہ	جناب خان بہادر خان،	۷
	وفاقی وزیر مذہبی امور واقلیتی امور اسلام آباد	
۳۔خطبۂ افتتاحی	جناب غلام اسحاق خان،	۱۳
	صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان	
۴۔صدارتی خطبہ (اجلاس مقالات)	جناب خان بہادر خان	۲۱
	وفاقی وزیر مذہبی امور واقلیتی امور، اسلام آباد	
۵۔صدارتی خطبۂ (اختتامی اجلاس)	جناب سید قائم علی شاہ،	۲۷

وزیر اعلیٰ، صوبہ سندھ
۶۔ حضور □ بحیثیت داعی امن و اخوت   جناب حبیب الرحمٰن تنولی،   ۳۱
وزیر مذہبی امور و اوقاف صوبہ سرحد
۷۔ پیغمبر اسلام □ بحیثیت داعی امن و اخوت   مولانا عبدالرحمٰن کیلانی، لاہور   ۳۵
۸۔ پیغمبر اسلام □ بحیثیت داعی امن و اخوت   حافظ قاری محمد یوسف شاہد، گوجرانوالہ   ۶۱
۹۔ پیغمبر اسلام □ بحیثیت داعی امن و اخوت   مولانا عبدالعزیز عرفی ایڈوکیٹ، کراچی   ۸۱
۱۰۔ پیغمبر اسلام □ بحیثیت داعی امن و اخوت   پروفیسر ڈاکٹر نثار احمد، کراچی   ۹۳
۱۱۔ حضور □ بحیثیت داعی امن و اخوت   پروفیسر حافظ خالد محمود ترمذی، ڈیرہ اسماعیل خان   ۱۰۹
۱۲۔ پیغمبر اسلام □ بحیثیت داعی امن و اخوت   پروفیسر محمد ظفر اقبال، ڈیرہ اسماعیل خان   ۱۲۹
۱۳۔ رسول □ بحیثیت داعی امن و اخوت   پروفیسر ڈاکٹر عبدالرحمٰن، کوئٹہ   ۱۴۱
۱۴۔ پیغمبر اسلام □ بحیثیت داعی امن و اخوت   جناب شبیر احمد بلوچ، کوئٹہ   ۱۶۱
۱۵۔ حضور □ بحیثیت داعی امن و اخوت   علامہ سید کفایت حسین نقوی مظفر آباد   ۱۷۷
۱۶۔ ہادیٔ عالم □ بحیثیت داعی امن و اخوت   ابو طاہر سیّد سبط احمد گڑھی دوپٹہ آزاد کشمیر   ۱۸۷
۱۷۔ پیغمبر اسلام □ بحیثیت داعی امن و اخوت   سید ذاکر شاہ، اسلام آباد   ۱۹۹
۱۸۔ پیغمبر اسلام □ بحیثیت داعی امن و اخوت   حافظ محمد ظہور الحق، اسلام آباد   ۲۰۷
۱۹۔ امت واحدہ کے بانی حضرت محمد □   مولانا ارشاد الحق تھانوی، کراچی   ۲۲۱
۲۰۔ اسلام میں امن و اخوت کا عالمگیر تصور   پروفیسر احسان الدین، پشاور   ۲۳۳
۲۱۔ سرور کائنات □ بحیثیت داعی امن و اخوت   ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کوئٹہ   ۲۴۷
۲۲۔ پیغمبر اسلام □، پیغمبر امن و اخوت   پروفیسر رشید احمد جالندھری، کوئٹہ   ۲۶۱
۲۳۔ امن و اخوت کے داعی اعظم □   جناب طالب ہاشمی، لاہور   ۲۷۵
۲۴۔ دعوت امن و اخوت کا تبلیغی پہلو اور
ذرائع ابلاغ سیرت طیبہ □ کی روشنی میں   ڈاکٹر شمس الدین، کراچی   ۲۹۵
۲۵۔ رسول اکرم □ کا پیغام
امن و اخوت کا عالمی نظام   سید اسعد گیلانی، لاہور   ۳۰۷

۲۶۔ہادیِ امن واخوت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	سید اسماعیل رضا ذبیح ترمذی، ہری پور ہزارہ	۳۲۳
۲۷۔حضور □ بحیثیت داعیِ امن واخوت	بریگیڈیر گلزار احمد، راولپنڈی	۳۵۳
۲۸۔نبیِ اکرم □ بحیثیت پیغمبرِ امن وعافیت	پروفیسر سمیع اللہ قریشی، جھنگ	۳۷۹
۲۹۔دعوتِ امن واخوت اور اصلاحِ معاشرہ سیرتِ طیبہ □ کے عملی پہلو کی روشنی میں	ڈاکٹر عبد الرشید، کراچی	۳۹۵
۳۰۔حضور □ بحیثیت داعیِ امن واخوت	پروفیسر محمد لطیف، راولپنڈی	۴۰۷
۳۱۔حضور اکرم □ بحیثیت داعیِ امن واخوت	پروفیسر سید ازکیا ہاشمی مانسہرہ	۴۲۷
۳۲۔نبیِ اکرم □ بحیثیت داعیِ امن واخوت	جناب نوید شبلی، پشاور	۴۴۳

ابتدائیہ

اس دنیا میں ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان، انسان سے محبت کرے، برائیوں سے نفرت ضرور کرے مگر بروں کو قریب آنے کا موقع دے تا کہ وہ بھی اچھے بن جائیں، محبت سے محبت اور نفرت سے نفرت کرنا ہی بہترین اخلاق ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''برے میرے ہیں''۔ پھولوں سے رغبت تو سبھی کو ہوتی ہے مگر کانٹوں سے محبت کرنے والے خال خال ہوتے ہیں حالانکہ

کانٹے کی رگ میں بھی ہے لہو مرغزار کا   پالا ہوا ہے وہ بھی نسیم بہار کا

بہت کم لوگ محبت اور مؤدت کے اس راز تک پہنچتے ہیں کہ انسان جو اپنے لیے پسند کرے وہی دوسروں کے لئے بھی چاہے، یہی جذبہ خود غرضی کو فدائیت میں بدل دیتا ہے، دل میں انسانیت کے لئے درد ہو۔ آپس میں محبت ہو تو یہی پاکیزہ جذبے عبادت بن جاتے ہیں کہ عبادت صرف قیام وقعود رکوع وسجود اور تسبیح ومصلّٰی کا نام نہیں ہے بلکہ پوری کائنات ایک عبادت گاہ ہے ۔اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر انسان چلے تو اس کی ہر سانس عبادت بن جاتی اور اس کے ہر قدم پر سجدہ دمکتا ہے کہ

یہی مقصودِ فطرت ہے، یہی رمزِ مسلمانی   اخوت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی

آج انسانیت، پریشانیوں اور ویرانیوں کے نرغے میں ہے، زندگی اور درندگی میں کوئی فرق نہیں؟۔انسان کا وہ لہو جو تقدس میں کعبے سے بھی کہیں بڑھ کر ہے مانندِ آب ارزاں ہے، عصمت وعفت

کے آبگینے، آوارہ قہقہوں کی زد میں ہیں، نہ چادر محفوظ ہے نہ چاردیواری، اور ہم اپنے اخلاق و کردار کا ایسا نقش نمایاں کر رہے ہیں کہ اسلام تو خیر ایک بلند دستورِ زندگی ہے اگر اس کے خال و خط عام انسانیت کے سامنے بھی پیش کیے جائیں تو انسانیت شرم کے مارے گردن جھکا لے

مقید کردیا سانپوں کو یہ کہہ کر سپیروں نے یہ انسانوں کو انسانوں سے ڈسوانے کا موسم ہے

انفرادی اور قومی زندگی حوادث کا شکار ہے، حکومتیں، قوت کے بل پر کمزور ملکوں کو غلام اور یرغمال بنائے ہوئے ہیں، جس کے پاس عسکری قوت ہے اس کا ہر ناجائز فعل جائز اور ہر غلط کام اخلاق بن گیا ہے۔انسان اکیسویں صدی میں پہنچ کر بھی حسنِ اخلاق اور شائستگیٔ کردار سے تہی داماں ہے صرف اس لئے کہ آج کے حاکموں اور انسانوں کے سامنے نہ کوئی ضابطۂ حیات ہے نہ کوئی دستورِ زندگی۔وہ خود کو کسی کے سامنے جوابدہ نہیں سمجھتے، وہ اپنے خالق سے کٹ گئے ہیں اور مخلوق کے لیے چنگیز و فرعون بن چکے ہیں۔وہ الوہی فرمان ہدایت، جس کا نام قرآن ہے، طاقِ نسیاں کی زینت بن چکا ہے اسلام نے حکومت اور دولت دونوں کو اخلاقی ضابطوں کا پابند کیا ہے کیونکہ اقتدار جب بدمست ہوتا ہے تو فرعونیت کو مات کردیتا ہے۔اسی طرح دولت جب اخلاقی حدوں کو پھلانگتی ہے تو قارونیت بن جاتی ہے، دولت کا نتیجہ عشرت ہے اور عشرت کا نتیجہ غفلت ہوا کرتا ہے دولت جب آتی ہے تو نگاہوں کو خیرہ کردیتی ہے اور جب جاتی ہے تو عقل و شعور ساتھ لے جاتی ہے۔نتیجہ معلوم کہ بے حسی، دلوں کو پتھر بنا دیتی ہے، آنکھیں سراب ہو جاتی ہیں اور سکون و عافیت کی دنیا تہہ و بالا ہو کر رہ جاتی ہے۔

اسلام نے پندرہ سو سال قبل، اُس معاشرے میں، امن و سکون کی ایک فضا قائم کردی جہاں نہ کوئی رہ نشیں محفوظ تھا نہ رہرو، معمولی باتوں پر قتل و غارت کے بازار گرم ہو جاتے تھے، انسانی عظمت رسوا ہو چکی تھی۔معصوم مسکراہٹوں کو زندگی کے لبوں سے نوچ لیا جاتا تھا، تہذیبی قدریں، اعتدال کے راستے سے ہٹ کر اپنا حسن کھو چکی تھیں، نتیجہ معلوم کہ ان میں شجاعت تھی مگر وہ ظلم و استبداد کے سانچے میں ڈھل چکی تھی۔سخاوت تھی مگر اسراف نے اس کی حقیقت کو دھندلا رکھا تھا۔خودداری تھی مگر وہ تعصبات کی گمراہیوں میں الجھی ہوئی تھی، ذہانت موجود تھی مگر دجل و فریب کا رنگ اختیار کر چکی تھی۔ایسے میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دلوں کو یوں بدلا کہ ظلم و عدوان کی جگہ احسان و ایثار نے لے لی۔قتل و غارت کی عادی قوم، محبت و اخوت کا مرقع بن گئی اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں، ہر عمل کی جوابدہی کا خوف، دلوں میں یوں سما گیا کہ مجرم اور گنہگار خود اعترافِ جرم اور کیفرِ کردار تک پہنچنے کے لئے اصرار کرنے لگے۔رسولِ پاک صلی اللہ

not

علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل سے، ہر خزاں، بہاروں کا دیباچہ بن سکتی ہے اور بنتی رہی ہے، اور جب بھی انسانیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوشِ پا سے پھوٹنے والی چاندنی سے محروم ہوتی چلی گئی، اس کے راستے میں ظلمتوں کے سانپ بل کھانے لگے اور وہ سحر کی آرزو میں غلطاں رہی مگر تاریکیاں اور گہری اور گہری ہوتی چلی گئیں۔ صداقتوں کے پانے کا واحد راستہ یہ ہے کہ انسان خود کو "صادق" کے قدموں تک لے جائے اور ظلمتوں کو چاٹنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ "سراجِ منیر" کا قرب حاصل کیا جائے

بلند ہاتھ میں کاسہ ہے دستِ خالی کا   حرم کی سمت سفر ہے یہ مجھ سوالی کا
کسے بتاؤں کہ برگ و ثمر کے ہوتے ہوئے   مری زمین پہ موسم ہے خشک سالی کا
یہ واقعہ ہے کہ سارے جہاں میں شہرہ ہے   حضور□! آپ کے صحرا کی خوش جمالی کا

(مرتّب)

اقتباسات

اصلاحِ انسانیت کے اس پر مشقت سفر میں جو لوگ انبیاء کا ساتھ دیتے ہیں ان کی تربیت ہی اس انداز سے کی جاتی ہے کہ ان کے باہمی اختلاف، رنجشیں اور کدورتیں از خود ختم ہو جاتی ہیں اور ان میں محبت، ہمدردی اور اخوت جیسی اعلیٰ اقدار فروغ پانے لگتی ہیں قومی، لسانی، وطنی اور خاندانی برتری کے تصورات از خود ختم ہونے لگتے ہیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء میں عربی، عجمی سب یکساں طور پر معزز سمجھے جاتے تھے۔ وہاں اگر حضرت صدیقؓ اور حضرت عثمانؓ جیسے معززینِ قریش موجود تھے تو حضرت بلال حبشیؓ، صہیب رومیؓ سلمان فارسیؓ اور ابوذر غفاریؓ بھی موجود تھے۔ یہ سب یکساں محترم تھے۔ (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا پورا یقین تھا کہ جو دعوت وہ لے کر اٹھے ہیں اس سے قبائلی جنگوں کے لامتناہی سلسلہ کا خاتمہ ہو کر امن قائم ہو کے رہے گا اور یہ اسلام کی بالادستی اور معاشی خوشحالی کا دور ہوگا۔ عدی بن حاتمؓ کہتے ہیں کہ "ایک بار میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا، اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے فقر و فاقہ کی شکایت کی پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے راہ کی بے امنی (رہزنی) کی شکایت کی، آپ□ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: "عدی! تم نے حیرہ دیکھا ہے؟" میں نے کہا "نہیں، لیکن اس کا نام سنا ہے" آپ نے فرمایا: "اگر تو زندہ رہا تو دیکھ لے گا کہ ایک اکیلی عورت اونٹ پر سوار ہو کر حیرہ سے چلے گی اور مکہ پہنچ کر کعبہ کا طواف کرے گا اور اس کو اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہ

ہوگا''۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ بنی طے کے ڈاکو کہاں جائیں گے جنہوں نے شہروں کو تباہ کردیا۔ عدی کہتے ہیں کہ جیسا رسول اللہ نے فرمایا تھا میں نے اپنی زندگی میں دیکھ لیا کہ ایک عورت حیرہ سے اونٹ پر سوار ہوکر کعبہ کا طواف کرتی ہے اور اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوتا۔ (۲)

پیغمبرِ اسلام ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد سے قبل دنیا یاسِ انسانیت سے ناواقف تھی اور خوفِ خداوندی سے عاری۔ لہٰذا ہر سُو شر کی حکمرانی تھی انتشار و افتراق کے پرچم تذلیلِ انسانیت کے نشاں تھے۔ انانیت و عصبیت نے بنی نوعِ انسان کو قبیلوں، خانوادوں اور بنی فلاں بنی فلاں میں ہی نہیں بلکہ لاتعداد ٹکڑیوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ کہیں ذات پات کا امتیاز تھا تو کہیں چھوت چھات کی تمیز اور کہیں انسان غلامی کی زنجیروں میں جکڑا کراہ رہا تھا اور کوئی مونس، ہمدرد اور نجات دہندہ نہ تھا۔ لہٰذا نہ کہیں امن کا تصور تھا اور نہ اخوت کا تخیل۔

تصورِ امن اور تخیلِ اخوت کو گو دورِ حاضر کے تقاضوں سے منسوب کیا جاتا ہے لیکن حقیقت کچھ اور ہے۔ یہ دونوں باتیں تحریر و تقریر میں ہی نہیں بلکہ عملی طور پر اس معاشرہ کا طرۂ امتیاز رہی ہیں جو خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے تعلیماتِ قرآنی کی روشنی میں قائم فرمایا تھا۔ اسی لئے آپ □ آئینۂ تاریخ انسانیت میں امن واخوت کے اوّلین داعی کی حیثیت میں نظر آتے ہیں۔ یہ یقینی طور پر مفکرین یورپ کی کوتاہ بینی یا چشم پوشی ہے کہ انہوں نے امن واخوت کے تصور و تخیل کو اپنی اختراع قرار دیتے ہوئے مغرب کے سر سہرا باندھ دیا۔ حالانکہ مغرب ہنوز اس امن واخوت کے تصور کو بھی نہیں پا سکا جو سرورِ دین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے قائم کردہ معاشرۂ اسلامی میں رچا اور بسا تھا آج بھی اپنی کسی نہ کسی ہیئت میں دنیا کے لئے دعوتِ فکر و عمل ہے۔ (۳)

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی تعلیمات اور عمل سے بھائی چارہ کی عملی تفسیر اُمتِ مسلمہ کے سامنے پیش کی۔ آپ □ کے فیض سے بھیڑوں کی طرح بکھرا ہوا ریوڑ ایک کاروان بن گیا۔ ایسا کاروان جس کے سامنے ایک عظیم منزل تھی پھر دنیا نے دیکھا کہ یہی قوم دنیا کی رہنمائی اور ایک ایسا فلاحی معاشرہ وجود میں آیا جس پر سینکڑوں فلاحی مملکتیں قربان کی جا سکتی ہیں۔ پھر چند ہی سالوں میں ۳۵ لاکھ مربع میل پر اسلامی پرچم لہرانے لگا۔ جب تک مسلمان اتحاد و اتفاق اور بھائی چارہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات پر عمل پیرا رہے۔ وہ دنیا کے رہنما رہے۔ صدیوں تک دنیا نے انہی سے علم سیکھا۔ تہذیب سیکھی، زندگی کے ہر شعبے میں صرف مسلمان ہی ان کے راہنما تھے۔

حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام ہی وہ دین ہے جس میں تمام انسان برابر ہیں اور جو اس دین میں داخل ہوگیا وہ اخوت کے رشتے میں منسلک ہوگیا۔ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح طور پر فرما دیا کہ ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے"۔(بخاری و مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا کہ اہل ایمان کی مثال ایک دوسرے سے محبت کرنے میں، ایک دوسرے پر رحم کرنے میں ایک دوسرے پر لطف و احسان کرنے میں اس طرح ہے۔ جس طرح ایک جسم کے مختلف اعضاء اگر ان میں کوئی عضو بیمار ہو جاتا ہے۔تو سارا جسم بےخواب رہ کر اور بخار سے اس کی ہمدردی کرتا ہے۔(۴)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی کے ہر روپ میں ایک مثالی کردار ادا کیا۔آپ ☐ کی حیات مبارکہ ایک ایسا روشن چراغ ہے جو ہمیشہ اپنی ضیاؤں سے عالم انسانیت کو منور کرتا رہے گا۔تاریخ کے اوراق شاہد ہیں جب تک مسلمانوں نے آپ کی تعلیمات پر عمل کیا وہ دنیا کے حکمران رہے اور جب آپ ☐ کی تعلیمات سے منہ موڑا تو وہ محکوم بن گئے۔رشتۂ الفت کمزور ہوتا چلا گیا اور وہ وحدت پاش پاش ہوگئی جس کی تعلیم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی۔آج ہم آپس میں متحد نہیں، اختلافات کا شکار ہیں۔ بلکہ آپس میں برسر پیکار ہیں، ایک دوسرے کا خون بہا رہے ہیں، ہر طرف لوٹ مار، قتل و غارت گری اور لہو ولعب کا بازار گرم ہے۔اسلام دشمن طاقتیں متحد ہو کر سرگرم ہیں، مختلف طبقوں میں نفرت کی دیواریں کھڑی کر دی گئی ہیں۔انتشار کا زہر پھیلایا جا رہا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پژمردہ قلوب حیات نو سے متمتع ہوئے۔انسان کو باطنی کرب اور اضطراب سے نجات ملی اور روحوں کے مرجھائے کنول کھل اُٹھے۔انسان کی اخلاقی و مذہبی حالت میں نکھار آگیا تھا۔ظلمت و تاریکی کے بادل چھٹ گئے تھے، ہر طرف روشنی اور اجالا بکھر گیا تھا۔لوگ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے۔ان میں اخوت و بھائی چارہ تھا۔

آج ایسے وقت میں جب تعصب اور فرقہ وارانہ گھٹائیں۔مسلمانوں میں نفرت اور نفاق پیدا کر رہی ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہادیٔ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو عام کیا جائے اور ان پر دل و جان سے عمل کیا جائے۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر وہی قرآن وہی فرقان وہی یٰسین وہی طٰہٰ (۵)

مدینہ آنحضرت□ کی دس سالہ زندگی میں سنگین درجہ کی ایمرجنسی کے زیر سایہ رہا ہے۔ ہر آن حملے کا خطرہ رہتا۔ قریش نے تین بار بڑے بڑے حملے کئے۔ چھوٹی چھوٹی جھڑپوں اور سرحدی آویزشوں کے واقعات آئے دن ہوتے رہتے تھے۔ متفرق قبائل مدینہ پر دھاوا بولنے کے لئے کبھی ادھر سے سر اٹھاتے تو کبھی ادھر سے بار بار یورش کرتے، ان فتنوں کی سرکوبی کرنے کے لئے مدینہ سے فوجی دستوں کی ترسیل ہوتی۔ راتوں کو فوجی پہرہ لگایا جاتا۔ غرض ایک جنگی کیمپ کی سی زندگی تھی۔ مزید برآں یہود و منافقین کی سازشوں کا زور تھا۔ حضور□ کی قیادت کو ناکام کرنے کی سازشیں اور پھر اس باعث تخلیق کائنات و موجودات کی زندگی لینے کی سازشیں۔ ایمرجنسی کا اس سے زیادہ اور کیا عالم تھا مگر حضور □ نے کبھی اپنے لئے مستبدانہ رویہ اختیار کیا اور نہ ہی کوئی ہنگامی آرڈی نینس جاری کیا، نہ کوئی جابرانہ ایکٹ نافذ کیا، نہ کسی ایک فرد کو نظر بند کیا، نہ کوئی ہنگامی عدالتیں بٹھائیں، نہ تازیانے برسا کر لوگوں کی کھال ادھیڑی، نہ جرمانے اور تاوان ڈالے، نہ کسی کی زبان بندی کی اور نہ ہی کسی پر پابندی عائد کی۔ حتیٰ کہ عبداللہ بن ابی جیسے رئیس تک سے کوئی تعرض نہیں کیا، سارا دارومدار اپنی دعوت کی صداقت، اپنے کردار کی پاکیزگی اور اتحاد و اخوت پر رکھا۔ کبھی کسی انسان کی تحقیر نہیں کی۔ کبھی تکبر نہیں کیا۔ صعوبتوں کو صبر و تحمل سے برداشت کیا مگر کمزوروں اور مظلوموں کی دادرسی کی۔ یہی سبب تھا کہ دشمنوں کے دل مسخر ہو جاتے تھے اور اہل ایمان امت واحدہ بن کر دنیا او ر دنیا کی تاریخ پر چھا گئے۔(۶)

امن سہ حرفی مادہ ہے ایمان کا گویا ایمان کی بنیاد، اسلام کی اساس ہی امن ہے اور ایمان کا جزو لاینفک امن ہی ہے۔ اس پیغامِ امن و سلامتی کو اسلام کے ایک ہمہ گیر شعار ''السلام علیکم'' کے ذریعے پھیلانے کا حکم دیا گیا ہے السلام علیکم کا مطلب یہ ہے کہ تم پر اللہ کی سلامتی ہو۔ یہ ایک مختصر سا دعائیہ جملہ ہے مگر اس میں ایک مستقل سلامتی کی ضمانت موجود ہے۔ ایک مسلمان جب اپنے بھائی کے لئے اس سے ملاقات کے وقت اس کی سلامتی کی دعا کرتا ہے تو گویا وہ اس کو اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ میری طرف سے تیری جان و مال کو کسی قسم کا کوئی خطرہ لاحق نہیں۔ میں تو تیرے لئے سلامتی کا طالب ہوں۔ جواب وعلیکم السلام دوسری طرف سے اسی ضمانت کا اظہار ہے اور یوں ایک فرد ایک ہی دن میں بیسیوں افراد سے ملتے ہوئے اور کروڑوں افراد ایک ہی دن میں ایک دوسرے سے ملتے ہوئے ایک دوسرے کو باہمی سلامتی کا یقین دلاتے ہیں۔ اس لئے حدیث شریف میں آیا ہے ''افشوا السلام یعنی سلام کو پھیلاؤ'' ''سلام کرنے سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے۔(۷)

نسلِ انسانی کو زمین و آسمان کے ٹوٹے ہوئے رشتوں کو استوار کرنے اور نسلِ انسانی کو اخوت اور بھائی چارے کا درس دینے کے بعد رسول اکرم □ نے اجتماعی زندگی میں قیامِ امن کے لئے دوسرا اصول یہ دیا کہ عدل و انصاف کو خیرِ مطلق (ABSOLUTE VIRTUE) کی حیثیت سے تسلیم کرلیا جائے، قرآن مجید نے عدل و انصاف کے قیام کو تمام عظیم الشان پیغمبروں کا مشن قرار دیا ہے، قرآن کریم نے مزید فرمایا ہے کہ دنیا میں مختلف قومیں صرف اس لئے تہس نہس کردی گئیں کہ انہوں نے خدائی احکام سے بغاوت کرتے ہوئے اپنی بستیوں سے عدل و انصاف کو نکال باہر کیا تھا اور ظلم و ستم کو اپنا شیوہ بنالیا تھا۔ چنانچہ ان ظالم قوموں کی تباہی پر ارض و سما کی آنکھ سے ایک آنسو تک نہیں ٹپکا۔ اسلامی فکر میں عدل و انصاف کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایئے کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ ملک کفر کے ساتھ تو چل سکتا ہے لیکن ظلم کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتا چنانچہ علماء نے کہا ہے کہ ''ایک غیر مسلم لیکن انصاف پرور حکمران مسلم ظالم حکمران سے بہتر ہے''۔(۸)

رسول اکرمؐ نے وحدت اللہ کا تصور دیکر انسان کو علاقائی حد بندیوں سے بلند کردیا ہے اور مظاہرِ فطرت کی غلامی اور نفس پرستی سے نجات دلادی ہے۔ حضور □ نے ختمِ رسالت کا تصور دیکر پوری بنی نوع انسان کو ایک عالمی قیادت و رہنمائی و ہدایت کے سرچشمے کی طرف یکسو کردیا ہے۔ حضور □ نے ایک والدین سے سارے بنی نوع انسان کے وجود میں آنے کی خبر دے کر ایک عالمی بھائی چارے اور برادری کی بنیاد رکھدی ہے حضور □ نے پوری انسانیت کے لئے یکساں انجام اور متعین اقدار کی بناء پر مسئولیت اور جوابدہی کا تصور بیان کر کے پوری انسانیت کو یکسو اور عمل و کردار کی یکسائی و یکسوی عطا کی ہے۔ حضور □ نے حقوق وجد وجہد اور نسل و خون میں بنی نوع انسان میں مساوات کا تصور دے کر طبقاتی نسلی علاقائی اور لسانی تفریقات کا قلع قمع کردیا ہے۔ تمام انسانوں کو عدل و انصاف کا یکساں استحقاق دے کر حضور اکرم □ نے تمام امتیازات مٹادیئے ہیں اور خدائی قوانین کا تصور دے کر تمام انسانوں کے لئے یکساں ضابطۂ حیات عدل و انصاف اور مساوات کے مواقع پیدا کردیئے ہیں۔

ان بنیادی عقائد کے ذریعے ایک ایسی عالمگیر ریاست کی بنیاد رکھی جاتی ہے جس کے دائرے میں تمام انسان ایک عالمی ریاست کے عالمی باشندے قرار پاتے ہیں جن کے حقوق مساوی اور فرائض یکساں ہیں۔ ایسی ہی ریاست عالمی اخوت و محبت کی بنیاد پر ایک عالمی معاشرہ تشکیل کرتی اور عالمی امن کی ضمانت دے سکتی ہے۔(۹)

امن و عافیت کی زندگی سے مراد ایک ایسی زندگی ہے جو جامد ہو نہ منفیت اور زوال کی طرف رجحان رکھے بلکہ اس کا تہذیبی رخ نمو کی جانب ہو اور معاشرہ اس میں ہمیشہ ارتقا پذیر رہے۔ عافیت اور امن واقعتاً صرف ایسے ہی معاشرے کو نصیب ہوسکتا ہے چنانچہ اول تو اس دین کا مزاج اس کے نام ہی سے واضح ہو جاتا ہے۔ جو ہر چند کہ اساسی طور پر وہی ہے جو سابقہ تمام انبیاء دنیا کے سامنے پیش کرتے رہے۔ مگر جو صرف عیسائیت اور یہودیت جیسے ناموں سے پہچانے گئے۔ جبکہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دین کو اپنی مکمل ترین شکل میں محمدیت کے نام سے پیش نہیں کیا بلکہ صرف اسلام کے نام سے دنیا کے سامنے رکھا اور اسلام کا لفظ سلم سے ماخوذ ہے۔ جس کے ایک معنی امام راغب نے اپنی مفردات میں امن و عافیت کے بھی بتائے ہیں۔ جبکہ ایمان اس دین میں شمولیت کی پہلی شرط ہے اور یہ لفظ بھی امن کے مادہ ہی سے مشتق ہے اور سلامتی اور پناہ کے معنی اس میں شامل ہیں۔ اسمائے حسنیٰ میں ایک نام السّلام کے معنی بھی امن اور سلامتی عطا کرنے والے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ایک نام المومن بھی ہے جس کے معنی بھی امن عطا کرنے والے کے ہیں۔ قرآن مجید میں اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً (البقرۃ:۲۰۸) سُبُلَ السَّلَامِ (المائدہ:۱۶) اور دارالسّلام کی جملہ تراکیب اپنے سیاق و سباق کے حوالے سے جس بات کے اظہار کے لئے استعمال کی گئیں، وہ یہی ہے کہ سب کے سب امن و سلامتی والی زندگی کے دائرے میں آجائیں ور چاہئے کہ انسان سلامتی اور امن کے گھر تک پہنچنے کے لئے امن کے راستے تلاش کریں۔ قرآن مجید کی لغت کے یہ جملہ الفاظ اور تراکیب اس پیغام کی ایک خاص روح کی طرف اشارہ کرتے ہیں جسے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) بحیثیت پیغمبر امن و عافیت اس دنیا میں لے کر آئے اور آپ نے جس اجتماعی لہجے میں دنیا بھر کے لوگوں کو خطاب کیا۔ قرآن اس کا گواہ ہے۔ تاریخ انبیاء میں آپ□ وہ پہلے پیغمبر ہیں جن کا تخاطب کسی ایک قوم، قبیلے، نسل، گروہ یا لسانی اور جغرافیائی وحدت سے نہیں ہے بلکہ پوری نوع انسانی سے ہے۔ اور دنیا بھر کے انسانوں کو آپ□ نے ایک پر امن بنیاد پر جمع کرنے کے لئے انہیں ایک ہی آدم کی اولاد قرار دیا۔ تاکہ رنگ و نسل اور زبان و خطے سے تعلق رکھنے کے باعث جو اختلافات ابھر کر دنیا بھر کے امن کو تباہ کر سکتے ہیں ان کی جڑیں کٹ جائیں اور ان امتیازات کی بنیادوں پر جو فسادات ابھرتے ہیں انہیں وحدتِ انسانی کے رشتے کا احساس ختم کر سکے۔ یہ خطاب پوری نسلِ انسانی کو بحیثیت پیامبر امن و عافیت آپ□ ہی کا تھا کہ یا ایُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ (النساء) اور یہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ سارے انسانوں کا خالق ایک ہے اور وہ سب ایک ہی انسان کی

not

اولا دہیں اگروہ حیاتیاتی اعتبار سے ایک ہی نوع سے متعلق ہیں تو پھر باہمی فساداور اختلافات کیوں برپا ہو۔ یہ درست ہے کہ آبادیوں اورنسلوں کے پھیلاؤ میں نسلی حقوق کے احساسات بھی ابھرتے ہیں جو باہمی نزاع کا باعث بن جاتے ہیں۔ مگر قرآن مجید ان نسلی اورقومی گروہوں کے وجودکو بھی کسی باہمی فوقیت کی بنیا دنہیں بناتا۔ بلکہ اس کا موقف یہ ہے کہ اونچ نیچ کا کوئی باہمی تصوران سے قائم نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ یہ تو صرف باہمی شناخت اور پہچان کی ایک صورت ہے چنانچہ اسے اپنی حد کے اندر رہنا چاہیے۔ اس سے ذات پات کا وہ تصور بہر حال نہیں ابھرنا چاہیے جو بالآخر معاشرتی امن کو تہہ وبالا کر دینے کا باعث بنتا ہے۔ بات صرف اس قدر ہے کہ وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (الحجرات)

انسانی معاشرے میں بالعموم فسادِ خلق کی ایک صورت اس وقت بھی پیدا ہوجایا کرتی ہے جب انسان اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور اینٹ کا جواب پتھر سے دینے پر اتر آئے۔ قرآن نے اس رویے کو بھی ایک مثبت شکل دے دی ہے اور برائی کا جواب برائی کے بجائے نیکی اور حسن سلوک سے دینے کی تعلیم دی ہے۔ جو ہر چند کہ ایک مشکل کام ہے مگر اسلام جو انسان دنیا میں کھڑے کرنا چاہتا ہے ان سے اس مشکل ترین کام کی نہ صرف توقع کرتا ہے بلکہ انہیں اس کی تربیت بھی دیتا ہے۔ (۱۰)

عہد جاہلیت میں برپا ہونے والی عرب قبائل کے درمیان ایک طویل جنگ فجار کی غارت گری نے بعض عربوں کو یہ احساس دلایا تھا کہ اصلاً جنگ ایک بری چیز ہے چنانچہ ان جڑوں کو کاٹ دینا چاہیے جو جنگ کا باعث بنیں۔ کیونکہ انہی سے معاشرے کا امن وسکون مسلسل تہہ وبالا ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ مکہ میں زبیر بن عبدالمطلبؓ کی تحریک پر چند نیک نہاد نوجوان عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے اور علاقے میں قیامِ امن کے لئے ایک انجمن قائم کی جس میں ان باتوں پر حلف اٹھایا کہ ہم علاقے میں بے امنی دور کریں گے، غریبوں کی اعانت کی جائے گی۔ مسافروں کو پناہ دی جائے گی اور مظلوموں کو ظالموں کے استحصال اور جبر سے رہائی دلائی جائے گی۔ ایک نوجوان کی حیثیت میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اس میں شریک ہوئے مگر کمال یہ ہے کہ شریعت اسلامی کے نزول کے بعد اور پورے ملکِ عرب کے اپنے اختیار میں آجانے کے بعد بھی ایک موقع پر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا حضور اب بھی امن کے قیام کے نام پر حلف الفضول کے ڈھب کی کسی تحریک میں شرکت اختیار کرنا پسند فرمائیں گے خواہ اس کا آغاز کسی بھی جانب سے کیا گیا ہو۔ آپ □ نے فرمایا، مجھے حلف الفضول میں اپنی شرکت یاد ہے اگر اس وقت مجھے یہ کہا جاتا کہ تم سو سرخ اونٹ قبول کرلو مگر اس معاہدۂ امن وآشتی میں شرکت سے باز رہو تو میں اس پیشکش کو

not

رد کر دیتا اور اگر ایسا کوئی معاہدہ آج بھی لکھا جائے تو میں ہر لمحہ اس میں شرکت کے لئے تیار ہوں۔(۱۱)

اسلام میں جہاد کا مقصد روئے زمین سے فتنہ و فساد اور ظلم و ستم کا خاتمہ، انسانی برادری اور نسل انسانی کی حفاظت، بے کسوں کی دستگیری اور بندگانِ خدا کو امن و سلامتی کی نعمت سے ہمکنار کرنا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد معاشرے میں امن و سلامتی کا قیام اور ظلم و جور کا خاتمہ ہے۔ اس کی حیثیت اس نشتر کی سی ہے۔ جو جسد انسانیت کے فاسد عضو کو قطع کر کے پورے معاشرے کو تباہی و ہلاکت سے محفوظ رکھتا ہے۔ اسلام کو ''مذہب امن'' کے بجائے ''مذہب جنگ'' قرار دینے والے اگر تعصبات کی پٹیاں آنکھوں سے ہٹا کر اسلامی جہاد کا موازنہ دیگر اقوام کی جنگوں کے ساتھ کریں تو یہ حقیقت سامنے آئے گی'' کہ دیگر قومیں جنگ کرتی ہیں خون بہانے کے لئے، کشور کشائی اور اقتدار طلبی کے لئے، سیاسی مفادات کے حصول کے لئے اپنی فوقیت و برتری قائم کرنے کے لئے مگر مومن کا جہاد ہوتا ہے۔ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے، انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے، اعلیٰ اخلاقی اقدار کے تحفظ و بقا کے لئے مظلوموں کو ظالم کے ظلم سے چھڑانے کے لئے، امن کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے، اس دوران دشمن کی عورتیں، بچے، بوڑھے، کھیتی باڑی اور درخت محفوظ ہوتے ہیں۔ یہ جہاد اخلاق و آداب و ضوابط اور شریفانہ تعلیمات کے اس قدر پابند ہوتے ہیں کہ نوع انسانی کے حق میں ''تعذیب'' کے بجائے ''تادیب'' کا درجہ رکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات سب اسی حقیقت پر مبنی ہیں۔(۱۲)

اختتامیہ

ہم مسلمان ہیں اسلام ہمارا دین ہے، جس کا ہر مفہوم امن، سلامتی اور عافیت کے گرد گھومتا ہے۔ ہمارے لیئے واضح ہدایات ہیں کہ ہمارے ہاتھوں اور ہماری زبان سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچنی چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو'' اللہ تعالیٰ نے ظلم کو اپنے اوپر بھی حرام قرار دیا اور بندوں کے درمیان بھی۔ اور کتنی سچی بات، دنیا کے سب سے بڑے سچے انسان کی زبان صدق اظہار سے نکلی کہ ''جس آدمی میں یہ تین باتیں نہ ہوں اس کا کوئی عمل کام نہ آئے گا۔ ۱۔ وہ اپنے نفسانی جذبات کی باگ ڈھیلی نہ ہونے دے۔ ۲۔ اگر کوئی نادان حملہ کرے تو وہ تحمل سے خاموش ہو جائے۔ ۳۔ وہ حسن اخلاق کے ساتھ زندگی بسر کرے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے دین کی تعریف کچھ یوں فرمائی تھی کہ دین احکام خداوندی کی عظمت اور خلق خدا پر شفقت کا نام ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امن واخوت کی صرف دعوت ہی نہیں دی بلکہ ایک قلیل عرصے میں اس معاشرے اور اس ملک کو امن وسکون کا گہوارہ بنایا جہاں انسان، انسان کا دشمن تھا۔ انہیں نے خدا کے خوف اور اس کے حضور میں جوابدہی کی حقیقت کو کچھ یوں سمجھایا کہ خونخوار لوگ بھی راہ زندگی میں پھونک پھونک کر قدم رکھنے اور بچ بچ کر چلنے پر مجبور ہو گئے۔ انسان تو پھر اشرف المخلوقات ٹھہرا، وہ تو جانوروں اور حیوانوں کی تکلیف بھی نہ دیکھ سکتے تھے۔ آج ہماری باغ باغ زندگی داغ داغ اسی لیے ہو چکی ہے کہ عملاً ہمارا تعلق نہ اسلام سے ہے اور نہ داعیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے، اسی بے تعلقی کا نتیجہ ہے کہ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ہر رخ لہو رنگ ہے:

رُتیں یوں بے اثر کر دی گئی ہیں — جو کلیاں تھیں، شرر کر دی گئی ہیں
لہو پوشاک بندوں کو ملی ہے — مساجد خوں میں تر کر دی گئی ہیں
جنہیں دیدہ وری بخشی گئی ہے — وہ آنکھیں بے بصر کر دی گئی ہیں

مومن صاحب ایمان کو کہتے ہیں، مومن اور ایمان دونوں کا نحوی اور عملی مفہوم امن ہی کے گرد گھومتا ہے، مومن وہی ہے جو امن عالم کا ضامن ہو، اور جس پر اعتماد ہر نوع کے تحفظ کی دلیل ہو جبکہ اسلام کے مادہ ''س ل م'' میں ایک مفہوم پر نوع کے مصائب و آلام سے محفوظ رہنا ہے گویا اسلام وہ نظام زندگی ہے جس کو اپنانا حوادث و مصائب سے تحفظ کی ضمانت ہے اگر ہم سچے مسلمان بن جائیں تو یہ واضح ہے کہ ہم سراپا ایثار ہوں گے نفسانی خواہشات اور مفاد پرستی سے دور رہوں گے۔ عجز و انکسار ہمارا شیوہ ہوگا۔ ہم اپنے سے زیادہ دوسروں کے لیے زندہ رہیں گے۔ حق یہ ہے کہ قوت کا غلط استعمال ہی فساد ارض کا باعث ہے۔ اسلام نے قوت کو بے لگام نہیں رہنے دیا بلکہ اسے اخلاق و کردار کی شائستہ حدوں میں رکھا ہے۔ ہم نے روحوں کی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا وعدہ کر رکھا ہے مگر دنیا میں آ کر وہی وعدہ ہم نے طاق نسیاں پر رکھ دیا اللہ تعالیٰ نے جو بھی وعدہ ہمارے ساتھ کیا وہ ہماری تمام تر نافرمانیوں کے باوجود آج بھی اسی طرح تر و تازہ اور کارفرما ہے۔ سورج کی ضیا پاشی، چاند کی چاندنی، ہوا کا خرام، دریا کی روانی، پھولوں کی مہک اور پرندوں کی چہک، آج بھی ہمارے لیے ویسے ہی وقف ہے جیسے کبھی تھی۔ مگر ہم ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی دوسروں کے لیے پیغام

امن وسکون بنی رہی، حلف الفضول سے لے کر حجر اسود کی تنصیب تک، مواخات مدینہ سے لے کر اسیران بدر سے حسن سلوک تک، فتح مکہ سے لے کر عرفات کے تاریخی خطاب تک، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل امن و عافیت خیروبرکت کے لئے وقف رہا۔ اسلام کے اساسی اصولوں میں سے ہے کہ کسی کی ہنسی نہ اڑائی جائے کہ دل کا آبگینہ نازک ہوتا ہے۔ کسی کی غیبت نہ کی جائے کہ مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے۔ یہی دین، دین فطرت ہے اور اسی پر عمل سے سکون و راحت کے ایوان کھلتے اور امن و امان کے گلزار رہتے ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ آج نفس پرستی اور خود غرضی کی لعنتوں نے انسان کو بے بصر اور بے شعور کر رکھا ہے اسے کائنات میں اپنی ذات کے سوا کوئی اور نظر نہیں آتا ہے۔ خود کو بھول کر دوسروں کے غموں کا مداوا کرنا تو دور کی بات ہے، افسوس کہ آج کا انسان چاند تاروں تک تو پہنچ گیا ہے مگر دلوں کے دروازوں پر دستک دینا بھول گیا ہے

کیا قیامت ہے کہ اس دور ترقی میں جگر
آدمی سے آدمی کا حق ادا ہوتا نہیں

(مرتب)

سیرت کانفرنس منعقدہ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء

مرکزی خیال

انسانی حقوق اور تعلیمات نبوی ☐ واسلامی فلاحی ریاست کا تصور اور اس کے تقاضے تعلیمات نبوی ☐ کی روشنی میں

نمبر شمار	فہرست مقالہ نگاران	صفحہ نمبر
۱۔ پیش لفظ	سیکرٹری وزارت مذہبی امور	(ح)

حصہ اول ۔ خطبات

۲۔ خطبہ افتتاحیہ (افتتاحی اجلاس)	جناب غلام اسحاق خان صاحب	۱
۳۔ اختتامی کلمات (اختتامی اجلاس)	جناب محمد نواز شریف صاحب وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان	۹
۴۔ خطبہ استقبالیہ (افتتاحی اجلاس)	جناب مولانا محمد عبدالستار خان نیازی صاحب	۱۵

	وفاقی وزیر مذہبی امور	
۵۔خطبہ استقبالیہ (اختتامی اجلاس)	مولانا محمد عبدالستار نیازی	۲۵
۶۔تعارفی کلمات (افتتاحی اجلاس)	جناب مظہر رفیع صاحب	۲۹
	سیکریٹری وفاقی وزارت مذہبی امور	
۷۔تعارفی کلمات (اختتامی اجلاس)	جناب مظہر رفیع صاحب	۳۵
	سیکریٹری وفاقی وزارت مذہبی امور	
۸۔کلیدی خطبہ (افتتاحی اجلاس)	جناب مفتی زین العابدین صاحب	۳۹
۹۔کلیدی خطبہ (اختتامی اجلاس)	جناب جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری صاحب	۴۷

حصہ دوم

مقالات بعنوان: ''انسانی حقوق اور تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''

نمبر شمار	فہرست مقالہ نگاران	صفحہ نمبر
۱۰۔الحاج ڈاکٹر آفتاب احمد ملک صاحب انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور		۵۹
۱۱۔ڈاکٹر انعام الحق کوثر صاحب	سابق ڈائریکٹر ادارہ نصاب وتعلیمات، بلوچستان	۷۷
۱۲۔مفتی سید کفایت حسین نقوی صاحب	رکن اسلامی نظریاتی کونسل، مظفر آباد	۹۳
۱۳۔سید ذاکر شاہ صاحب	صدر، ادارہ معارف سیرت اسلام آباد	۱۰۷
۱۴۔حافظ خبیب احمد صاحب	لائبریرین، قائداعظم لائبریری، لاہور	۱۲۹
۱۵۔پروفیسر عبدالرحمٰن صاحب	شعبہ علوم اسلامیہ بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ	۱۴۹
۱۶۔پروفیسر محمد مسعود خان صاحب	جناح روڈ کوئٹہ	۱۷۵
۱۷۔سید شبیر حسین شاہ صاحب	نیول کالونی، اسلام آباد	۱۹۵
۱۸۔جناب نور الٰہی صاحب	ایڈووکیٹ، گجرات	۲۳۳
۱۹۔حافظ عبدالغفور صاحب	ایڈووکیٹ، پاکپتن شریف	۲۶۵
۲۰۔جناب طاہر حسین فاروقی صاحب	محلہ عثمانیہ، سکھر	۲۸۷
۲۱۔ڈاکٹر محمد عبداللہ قاضی صاحب	شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور	۳۰۵

۲۲۔ڈاکٹر محمد اکرم شہزاد صاحب	دارالعلوم قادریہ گلشن اقبال، کراچی	۳۲۳
۲۳۔ڈاکٹر فریدالدین صاحب	شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ ڈگری کالج، ڈیرہ اسماعیل خان	۳۳۷
۲۴۔پروفیسر محمد لطیف صاحب	شعبہ اسلامیہ، اصغر مال کالج، راولپنڈی	۳۵۷
۲۵۔جناب سعیدالدین قریشی صاحب	لیکچرار، گورنمنٹ کالج خانپور، ہری پور	۳۷۳

حصہ سوم:

مقالات بعنوان: ”اسلامی فلاحی ریاست کا تصور اور اسکے تقاضے تعلیمات نبوی□ کی روشنی میں“

نمبر شمار	فہرست مقالہ نگاران	صفحہ نمبر
۲۶۔سید ازکیا ہاشمی صاحب	لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج، مانسہرہ	۳۹۵
۲۷۔خواجہ سردار علی صاحب	مینگورہ، سوات	۴۳۱
۲۸۔پروفیسر اسداللہ بھٹو صاحب	شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج سکھر	۴۶۱
۲۹۔مولانا مجاہد الحسینی صاحب	پیپلز کالونی، فیصل آباد	۴۹۱
۳۰۔پروفیسر محمد صدیق قریشی صاحب	نیا محلہ روڈ، جہلم	
۳۱۔پروفیسر سمیع اللہ قریشی صاحب	پرنسپل گورنمنٹ کالج، جھنگ	۵۲۹
۳۲۔پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید صاحب	شعبہ علوم اسلامیہ، کراچی یونیورسٹی، کراچی	۵۴۷
۳۳۔پروفیسر ظفر اقبال راؤ صاحب	شعبہ انگریزی، گورنمنٹ کالج اوکاڑہ	۵۶۱
۳۴۔پروفیسر انعام اللہ جان صاحب	وائس پرنسپل گورنمنٹ کالج، پشاور	۵۸۱
۳۵۔پروفیسر ڈاکٹر قبلہ ایاز صاحب	شعبہ علوم اسلامیہ پشاور یونیورسٹی، پشاور	۶۰۵
۳۶۔پروفیسر ڈاکٹر سعیداللہ قاضی صاحب	ڈائریکٹر شیخ زید اسلامک سنٹر، پشاور	۶۲۱
۳۷۔ڈاکٹر محمد دین صاحب	تاج کتب خانہ کابلی گیٹ، پشاور	۶۴۳
۳۸۔مولانا عبدالعزیز عرفی صاحب	ایڈووکیٹ، کراچی	۶۷۱
۳۹۔جناب سلیم یزدانی صاحب	پی ای سی ایچ ایس کراچی	۶۸۳
۴۰۔حافظ حسین طاہر صاحب	لیکچرار گورنمنٹ کامرس کالج، بنوں	۶۹۵

۴۱۔جناب خادم حسین شاہ انجم صاحب	تھہانپورہ، فیصل آباد	۷۱۷
۴۲۔جناب شبیر احمد بلوچ صاحب	ارم آٹو ایڈز، کوئٹہ	۷۳۷
۴۳۔جناب محمد علی صاحب	پٹملک کالونی، اسلام آباد	۷۵۵
۴۴۔جناب محمد انور قمر شرقپوری صاحب	گورنمنٹ پائیلٹ سیکنڈری سکول، شرقپور	۷۷۱
۴۵۔جناب عبداللہ جان عزیز صاحب	محلہ کھاواں والا (الہ آباد) ڈیرہ اسماعیل خاں	۷۸۹
۴۶۔چوہدری محمد اعظم صاحب	ایڈووکیٹ، گجرات	۸۰۹
۴۷۔سید اتقیاء ہاشمی صاحب	دارالعلوم اشرف المدارس محلہ ڈب مانسہرہ	۸۳۱

حرف آغاز

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ہم سب کے لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ایک نمونہ کامل ہے۔اس میں کسی خاص کی تخصیص نہیں ہے، نہ علما کی، نہ عارفین کی، نہ فلاحین کی اور نہ ہی مزدوروں کی، بلکہ امت کے تمام طبقات کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ایک نمونہ کامل ہے۔ایک عام مسلمان سے لیکر عارف کامل علامہ اجل تک،ایک عام سپاہی سے لے کر کمانڈر انچیف تک،ایک عام آدمی سے لیکر صدر مملکت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ایک نمونہ کامل ہے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صدر مملکت بھی تھے، کمانڈر انچیف بھی تھے، قاضی القضاۃ بھی تھے، معلم بھی، ملک التجار بھی تھے، مدرس بھی تھے، مزکی بھی تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا،اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہمارے لئے نمونۂ کامل ہے،اس کا معنی یہ ہے کہ زندگی کے ہر ہر مرحلے پر ہمارے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت موجود ہے، بلکہ قرآن پاک کا یہ اعلان کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں تعلیم کتاب دیتے ہیں،تزکیۂ نفس کرتے ہیں اور تعلیم کتاب و حکمت کے بعد وہ کچھ عطا کرتے ہیں جو تم نہیں جانتے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف علم دینیات نہیں بلکہ تمام علوم سکھاتے ہیں،اور جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سکھاتے ہیں اس سے سب کچھ معلوم ہوسکتا ہے۔اس وقت جبکہ دنیا کے اندر زلزلہ برپا ہے۔آپ نے حضرت علامہ اقبال کی نعت میں یہ شعر سنا:

تیرہ و تار ہے جہاں گردش آفتاب سے

طبعِ زمانہ تازہ کر جلوہٴ بے حجاب سے

حجۃ الوداع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الزمان قد استدار کھیئتہ یوم کما خلق اللہ السمٰوات و الارض۔

آج زمانہ پھر پھرا کر اس درجہ کمال تک پہنچ گیا، اس مقام پر آ گیا ہے، جس پر اللہ نے اس کی تخلیق کی ہے۔ ان حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیو ورلڈ آرڈر کے لئے دین اسلام ہے جس کو چلانے کے لئے فرزندانِ توحید ہیں۔

ہر اک منتظر تیری یلغار کا تیری شوخی و فکر و کردار کا

پھر ملت کی معیشت اور معاشی حالت کو بھی درست کرنے کے لئے ہمارا اپنا ایک انتظام، ایک مارکیٹ ہو، عالم اسلام کی جس پر ہم چلیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں آپ نے وقت کی آواز کو سمجھا ہے اور عالم اسلام کی صحیح راہنمائی فرمائی ہے۔ ان حالات میں میں یہ سمجھتا ہوں اہل علم کے اس اجتماع میں یہ چیز پیش نظر رہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب کو ہم سمجھ لیں تو یہ بنیادی بات ہمارے سامنے آ جاتی ہے کہ جہاں عقل کی حد ختم ہوتی ہے وہاں نبوت کی سرحد شروع ہوتی ہے۔

تیرے سینے میں دم ہے دل نہیں ہے تیرا دم گرمیٔ محفل نہیں ہے
گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے
من بندہ آزادم عشق است امام من عشق است امام من عقل است غلام من

آپ نے قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی ہوگی:

سبح اسم ربک الاعلیٰ O الذی خلق فسوّی O والّذی قدر فھدیٰ O

علامہ اقبال یوں ترجمہ کرتے ہیں:

خلق و تقدیر و ہدایت ابتدا است رحمۃ للعالمینی انتہا است
ہر کجا بینی جہان رنگ و بو آنکہ از خاکش بروید آرزو
باز نور مصطفیٰ اورا بہا ست یا ھنوز اندر تلاش مصطفیٰ ست

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس انداز میں خطبہ حجۃ الوداع کے اندر یہ فرمایا کہ عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں، کالے کو گورے پر نہیں، گورے کو کالے پر نہیں، اور پیلے کو سفید پر نہیں ۔تقوے کا معیار کردار ہے اور جو خدا سے زیادہ ڈرنے والا ہے ۔سب سے مکرم ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ ۔یہ جو معیار آپ نے پیش کیا ہے ۔آج دنیا انہی تعصبات کے اندر گھری ہوئی ہے ۔خود جمہوریتوں کا مرکز، یو کے، کے اندر دیکھیں کہ ایک شخص سینٹ پال اٹھا، جس نے کہا EXPEL THE ASIATIC EXPEL THE COLOURED PEOPLE یہ تعصبات جو آپ دیکھ رہے ہیں اور امریکہ کے اندر ہر جگہ موجود ہیں، کالے، گورے کی، اپنے بیگانے سے، رنگ دار غیر رنگ دار کی، ایشیائی غیر ایشیائی کی ۔تو میں نے وہاں بھی ایک کونٹی میں جہاں وزیر تعلیم بھی موجود تھا اور لوگ بھی موجود تھے، کہا کہ: ’’اگر سینٹ پال کی بات مان لی جائے تو عیسیٰ کو بھی نکال دو گے ۔یہاں سے مائی مریم کو بھی نکال دو گے، عقل کے ناخن لو‘‘ ۔ان حالات میں جو تعصبات جاہلیہ ہیں، ان کو حضور □ نے ختم کیا اور اس وقت انقلاب پیدا کیا ۔میں نے ٹائمز ویکلی میں ایک مضمون پڑھا تھا ۔جس میں اس نے کہا تھا کہ دنیا کو دو مسائل درپیش ہیں ۔ایک مسئلہ یہ ہے کہ گرے پڑے انسان کا معیار زندگی کیسے بلند ہو ۔دوسرا یہ کہ وطن و علاقیت کے جاہلی تعصبات کو کیسے ختم کیا جائے ۔کہتا ہے ’’کہ تاریخ عالم میرے سامنے ہے، ہاتھ کی لکیروں کی طرح ہے، لیکن مجھے کہیں سے جواب نہیں ملا ۔پھر کہتا ہے کہ ہاں ایک طرف سے جواب ملتا ہے لیکن میرا تعصب مجھے روکتا تھا ۔مگر زبان پر حق جاری ہوا اور میں کہنے لگا کہ یہ تعصبات ختم ہو سکتے ہیں ۔اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا اپنا امام وراہبر مان لے‘‘ اور گرے پڑے انسان کا واقعہ اس نے بیان کیا ۔یہ حدیث کے اندر واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ایک بڑا کھانا کیا ۔سب لوگ آئے وہاں پر کھانے میں شریک ہوئے ۔ایک مفلوج اپاہج او رمحتاج بھی آ گیا ۔اور کھانے پر بیٹھ گیا ۔جب وہ پلیٹ کی طرف ہاتھ بڑھاتا تھا تو ہاتھ نہیں پہنچتا تھا ۔ہاتھ پہنچتا تھا تو لقمہ بنا کر نہیں لا سکتا تھا ۔اچانک رحمت کائنات کی نگاہ پڑ گئی ۔آپ □ اس کے پاس گئے اور لقمے بنا بنا کر اسکے منہ میں دینے لگے ۔اگر غریب، مسکین اور گرے پڑے انسان کا معیار زندگی بلند کرنا ہو گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے بلند کرنا ہو گا اور تعصبات کو یوں ختم کیا کہ اپنے حقیقی چچا ابولہب کو جس کا رنگ شعلے کی طرح چمکتا تھا اور کندن کی طرح دمکتا تھا ۔اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسترد کر دیا اور کالے بلال کو سینے سے لگا لیا، صہیب رومی کو سینے سے لگا لیا ۔سلمان فارسی کو سینے سے لگا لیا ۔سلمان فارسی سے کسی نے پوچھا ۔سلمان تیرے باپ کا نام کیا ہے ۔

سلمان نے بتایا کہ اچھا میرے باپ کا نام پوچھتے ہو۔سلمان ابن اسلام،میرے باپ کا نام اسلام ہے۔

یہ جو تعصبات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم کئے، با قاعدہ ریکارڈ کے اندر موجود ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا کہ اگر کوئی ناک کٹا حبشی تمہاری قیادت کے لئے آجائے تو اس کی اتباع کرو۔بشرطیکہ وہ کتاب و سنت کی پابندی کرتا ہو۔آج جب ہر طرف نیو ورلڈ آرڈر کی بات آرہی ہے اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے آپ کو مجتمع کریں، اپنے تعصبات کو ختم کریں، اختلافات کو ختم کریں اور قبائل و السنہ کے باوجود ایک امت میں ڈھل جائیں تو ہمارے دکھوں کا مداوا ہو سکتا ہے۔

دل بہ محبوب حجازی بستہ ایم　　　زیں سبب با یکدگر پیوستہ ایم

اگر ہم ایک امت ہیں، اگر ایک قوت اور طاقت ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی وجہ سے ہمارا ان سے غلامی اور اطاعت کا تعلق ہے۔اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ دونوں تعلق ہونے چاہئیں۔اطاعت اور عشق دونوں کا۔جہاں اطاعت ہے اور محبت نہیں ہے وہ منافقت ہے۔عبداللہ بن ابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتا تھا لیکن اس کا سینہ عشق مصطفیٰ کا مدینہ نہیں تھا اور جو محبت کی بات کرے اور عمل نہ کرے وہ بھی ایک ڈھونگ ہے۔　　(مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی)

اقتباسات

قرآن حکیم کلام اللہ ہے۔اس لئے یہ غیر فانی بھی ہے اور غیر مختتم بھی۔گو قرآن حکیم کتاب مبین ہے، تاہم اس کے بہت سے مطالب ہماری آنکھوں سے اوجھل رہتے ہیں۔لیکن نقطۂ نظر کے بدلتے ہی ان کی پہنائیاں اور ان کے مضمرات واضح ہونا شروع کر دیتے ہیں۔نقطۂ نظر میں تبدیلی اس لئے آتی ہے کہ انسان علمی و عملی طور پر جامد خامد نہیں بلکہ مسلسل متحرک اور ارتقاپذیر ہے۔نئی نئی ایجادات ہوتی ہیں، علم آگے بھی بڑھتا ہے اور پیچھے کی طرف بھی پھیلتا ہے اور تحت الثریٰ سے فضا، خلا اور افلاک تک اس کی زد میں ہیں۔لہٰذا ہر دور کے اپنے تقاضے، مطلوبات اور مطالبات ہوتے ہیں۔کچھ ورثے میں ملے ہوئے اور کچھ نو خاستہ، کچھ پر زور گھٹ جاتا ہے، کچھ پر بڑھ جاتا ہے، اور کچھ نظر انداز بھی ہو سکتے ہیں اور پھر کسی وقت ابھر سکتے ہیں۔اسی لئے قرآن حکیم اپنی جگہ غیر متغیر ہے، لیکن اس کی کوئی تفسیر غیر متغیر نہیں بلکہ یہ بار بار تفسیر کا متقاضی ہے۔یہ بات بھی ہے کہ ہر مفسر کی تفسیر اس کے اپنے مبلغ علم کے ہی مطابق ہو سکتی ہے۔

ایک مذہبی مفسر، ایک ماہر عمرانیات مفسر، ایک طبعی سائنسدان مفسر اور ایک فنکار مفسر کی تفاسیر میں لازماً فرق ہوگا۔ کیونکہ وہ اپنے اپنے علم کے مطابق تفسیر کریں گے۔ ایسا شاذونادر ہی ہوسکتا ہے کہ ایک مفسر بیک وقت عالم اجل، سماج شناس، سائنس دان اور فنکار ہو، حالانکہ قرآن حکیم حیات انسانی کے ہر پہلو اور کائنات کے اسرار و رموز پر حاوی ہونے کی وجہ سے ایک ایسے ہی جامع الکمالات مفسر کا متلاشی و متقاضی ہے۔

ہمارے خیال میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف سید المفسرین، امام المفسرین اور اول المفسرین تھے، بلکہ وہ جامع العلوم مفسر بھی تھے۔ وہ پاتال سے لے کر عرش بریں تک حاوی ہیں۔ لہٰذا ان کی تفسیر و تشریح ہر دور کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ ہم خود قدیم و جدید علوم پر دسترس رکھتے ہوں، عصری تقاضوں کو بخوبی سمجھتے ہوں اور اپنے اور گردوپیش کے مسائل اور تغیرات کا ادراک واقعی رکھتے ہوں اور انہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات، اسالیب، اطلاقات اور اقدامات میں ڈھونڈ سکتے ہوں۔ لہٰذا قرآن حکیم اور احادیث کا بار بار مطالعہ نہ صرف ہمیں موجودہ مسائل کے حل کا اہل بناتا ہے بلکہ ہمارے سامنے نئے نئے امکانات، نئی نئی جہتیں اور نئے نئے اسالیب بھی پیش کرتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سلسلے میں فرمایا: ”علماء کبھی اس کتاب (یعنی قرآن مجید) سے سیر نہ ہوسکیں گے، نہ کثرت و تکرار تلاوت سے اس کے لطف میں کوئی کمی آئے گی اور نہ ہی اس کے عجائبات (یعنی نئے نئے علوم و معارف اور اسباب و اسالیب) کا خزانہ کبھی ختم ہوسکے گا“۔ (حضرت علیؓ سے مروی ایک طویل حدیث کا اقتباس) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن حکیم کی بشری تجسیم تھے اور بقول معلّمہ امت، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کان خلقہ القرآن یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و تعلیمات قرآنی کا عملی نمونہ تھی گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجسم قرآن تھے۔ (۱)

اگرچہ دنیا کے تمام مذاہب نے اپنی بنیاد اخلاق پر رکھی ہے، لیکن اسلام نے اخلاق کی اہمیت کو عبادت سے بھی بڑھا دیا ہے۔ اور اہل ایمان کی یہ پہچان بتائی ہے کہ کامل ایمان والا وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو۔ اگر کوئی شخص ایمان کا دعویدار ہو اور اللہ کی عبادت بھی پورے ذوق و شوق کے ساتھ کرتا ہو، مگر اخلاق کی دولت سے محروم ہو اور ماں، باپ، اہل و عیال، عزیز و اقارب، دوست و احباب، پڑوسی، اہل محلہ کے ساتھ خوش خلقی سے پیش نہ آتا ہو، ان کے حقوق کا پاس نہ رکھتا ہو تو یہ اس بات کا عملی ثبوت ہوگا کہ اس کا ایمان اس کی زبان سے اتر کر اس کے نفس کی گہرائیوں تک نہیں پہنچا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعثت مبارکہ کا مقصد ہی یہ بیان فرمایا:

انما بعثت لا تمم مکارم الاخلاق ۔ (موطا امام مالک)

یعنی مجھے اسی لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے کہ مکارم اخلاق کو مکمل کروں ۔

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مقصد کو بہترین طریقہ پر پورا فرمایا اور دنیا کے سامنے ایک ایسے کامل اور اکمل انسان کا نمونہ پیش فرمایا کہ چشم فلک نے روئے زمین پر نہ کبھی ایسا انسان دیکھا تھا اور نہ دیکھے گا۔ نیکی کی تلقین کرنا اور اخلاقی اقدار پر وعظ کہہ دینا، سب سے آسان کام تو ہوسکتا ہے لیکن ایسی سوسائٹی جس سے زیادہ بدترین سوسائٹی کا تصور نہیں کیا جاسکتا ۔ جہاں ہر قسم کی برائیاں عام تھیں ۔ انسانی زندگی درندگی کا نمونہ بنی ہوئی تھی ۔ ایسے تاریک ماحول میں معلم اخلاق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس آفتاب کی مانند چمکتی رہی ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیکی سے ہم آہنگ رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے مربوط رہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر محبت کرنا سکھایا تو دوسرے سے محبت کر کے دکھایا ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عفوو درگذر کی تلقین کی تو خود بھی عفوو درگذر فرماتے رہے ۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم تھی وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھا ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات گرامی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍO (سورۃ القلم:۴)

اور اے نبی (□) آپ اخلاق کے بلندترین مرتبے پر فائز ہیں ۔

یہی نہیں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کو بہترین اور مثالی نمونہ قرار دے کر اس کی تقلید اور اس کی پیروی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ ۔ (الاحزاب:۲۱)

تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ایک بہترین نمونہ ہے ۔

خیرالبشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرہ و تاریک دنیا کو ہدایت کے نور سے روشن و منور کردیا۔ وہ لوگ جو اپنے برے اخلاق کی وجہ سے حیوانوں سے بدتر تھے، وہ اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار کی وجہ سے فرشتوں سے افضل ہوگئے ۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ایک دوسرے کے جاں نثار بن گئے ۔ اپنوں کی عزت و ناموس کو لوٹنے والے، دوسروں کی عزت و ناموس کے محافظ بن گئے ۔ بت پرست، خدا پرست ہوگئے ۔ غرضیکہ دنیائے انسانیت میں ایک انقلاب آگیا ۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر

غلام ہدایت کا ستارہ اور آنے والی نسلوں کا مقتدا اور پیشوا بن گیا۔(۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ایک ضعیف العمر یہودی کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا تو فوراً اس سے پوچھا کہ تم کن وجوہات کی بنا پر بھیک مانگتے ہو تو اس نے جواباً عرض کیا کہ مجبوری اور ہمارے اوپر عائد کردہ ٹیکس نے یہاں تک پہنچایا ہے، یہ جواب سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو اپنے ساتھ گھر لے گئے، اور کھانا پیش کیا اور سیکرٹری خزانہ کو اپنے ہاں طلب کیا اور حکم دیا کہ اس قسم کے تمام لوگوں کو تلاش کر کے ان کی امداد جاری کردو، چونکہ ان لوگوں کی جوانیوں سے ہم نے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے، اب انہیں بڑھاپے میں ذلت و رسوائی کا شکار نہ ہونے دیں۔ (کتاب الخراج لابی یوسف ص ۱۴۴)

یہ وہ انسانی حقوق ہیں جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اور ان تمام انسانوں کو عطا کئے جو اسلامی ریاست میں رہائش پذیر ہوں۔(۳)

اسلامی ریاست کے قیام کے لئے یہ بنیادی بات ہے کہ ہر مومن کو اخلاق حسنہ کا بہترین نمونہ ہونا چاہیے وہ اپنے آپ کو انسانوں کی خدمت کے لئے وقف کردے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک مومن اپنے راحت و آرام پر اپنے بھائی کی راحت و آرام کو ترجیح دیتا ہے اور مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی مانند ہے، کہ اگر ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔ یہ ارشاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دراصل اسلامی فلاحی ریاست کے معاشرے کی پہچان کا اصل الاصول ہے۔ پورا معاشرہ ایک وحدت ہے، کسی کا دکھ سب کا دکھ ہے، کوئی غریب و نادار اور بیمار ہے تو باقی خوشحال لوگ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ نہیں جاتے، بلکہ معاشرے کے ہر دردکی ٹیسیں اپنے سینے میں محسوس کرتے ہیں اور صرف محسوس نہیں کرتے بلکہ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اس وقت تک انہیں اطمینان نصیب نہیں ہوتا جب تک اپنے بھائی کے دکھ اور سکھ میں شامل نہیں ہوتے، آپ □ کا ارشاد گرامی ہے کہ تم میں سے بہتر انسان وہ ہے جو انسانوں کو نفع پہنچاتا ہے۔(۴)

بدقسمتی سے اس وقت پورے کرۂ ارض پر قرآن و سنت کی روشنی میں کوئی مثالی اسلامی فلاحی ریاست موجود نہیں ہے۔ اشتراکیت نے مزدور و غریب کی ہمدردی و حمایت کا نعرہ لگا کر دنیا کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔ لیکن ماضی قریب میں جو ڈھول کا پول کھلا تو معلوم ہوا کہ اس ''اشتراکی جنت'' میں سب سے زیادہ مزدور اور غریب کو ستایا گیا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کا مکروہ چہرہ اب بے نقاب ہو چکا ہے۔ غریب اقوام کو لوٹ مار کر اسلحہ کے انبار لگائے گئے اور بلا تمیز و جواز کے انہوں نے ایٹم بم اور بارود برسا کر کروڑوں انسانوں، عورتوں، بے گناہ بوڑھوں اور معصوم بچوں کو قتل کیا، زہریلی گیسوں سے زمینیں بانجھ

ہوگئیں، اور رباغات جلائے گئے۔امریکا و یورپ کے معاشرے اخلاقی لحاظ سے درندگی سے بھی گر گئے نہ صرف اپنے آپ کو ذلیل و خوار کیا، بلکہ اپنی زیر اثر مملکتوں کو بھی حیوانیت و بداخلاقی کی صفات سے غلیظ کیا اور دوسری طرف دنیا میں موجود تقریباً پچاس کے قریب مسلمانوں کے ممالک کا یہ حال ہے کہ وہ نہ اسلام کو پورے طور اپناتے ہیں نہ تہذیب مغرب سے اپنی جان چھڑاتے ہیں۔صدیوں کی غلامی کی وجہ سے تہذیب الحادی کی چھاپ ان کے رگ و ریشے میں موجود ہے۔وہ اسلام کا دعوٰی بھی کرتے ہیں اور تہذیب مغرب کو بھی اپنا رہنما مانتے ہیں۔جبکہ کم از کم یہ مسلمان ممالک اس ذلت و پسماندگی کی حالت سے آزاد ہوسکتے ہیں کہ ان کے ہاں اللہ کا کلام جوں کا توں موجود ہے جس حالت میں وہ نازل ہوا تھا۔عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلافت راشدہ ایک تصوراتی نہیں بلکہ ایک حقیقی زندہ معاشرے کی شکل میں بطور نمونہ ان کے سامنے موجود ہے۔جس کو اگر وہ آج بھی اپنا اسوہ بنائیں تو نہ صرف وہ موجودہ پستی اور گراوٹ سے نجات پاسکتے ہیں۔اب مسئلہ صرف یہ نہیں ہے کہ اسلام کے مقدس نام پر حاصل کی جانے والی مملکت خداداد پاکستان میں صحیح اسلامی فلاحی ریاست قائم کی جائے، بلکہ اس کو نمونہ بنا کر دین اسلام کو اس طرح باطل ادیان پر غلبہ حاصل کرنے کا حوصلہ پیدا کیا جائے جس طرح خلافت راشدہ کے عہد مبارک میں ہوا تھا۔(۵)

حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی معاشرے کا ماحول آسودہ اور صاف ستھرا و پاکیزہ رکھنے کی خصوصی تاکید فرمائی ہے، پانچ وقت نمازوں کی ادائیگی کے لئے جسم، لباس اور جگہ کا پاک صاف ہونا لازم قرار دیا گیا ہے، اس کے لئے وضو اور غسل واجب ہوئے نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، **الطھارۃ شطر الایمان** یا۔نصف الایمان۔یعنی طہارت و پاکیزگی ایمان کا حصہ یا صاف ستھری زندگی گذارنا نصف ایمان ہے علاوہ ازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزانہ بالخصوص جمعہ اور عیدین وغیرہ تقریبات اسلامی کے موقع پر غسل کرنا اور نیا یا دھلا ہوا لباس زیب تن کرنا، خوشبو اور سرمہ لگانا مسنون قرار دیا اور اس کے اہتمام کا تاکیداً حکم دیا ہے، اس میں فرزندان اسلام کو باقاعدہ تربیت دی گئی ہے کہ وہ اپنا ماحول خوشنما، پاکیزہ اور صاف ستھرا رکھیں حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچا لہسن، پیاز، مولی وغیرہ بدبودار چیزیں کھا کر مسجد میں جانے، سایہ دار درختوں کے نیچے جہاں مسافر آکر استراحت کریں اور جاری پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔(۶)

دور حاضر کا انسان مایوسی، اضطراب اور پریشانیوں کے گرداب میں الجھ گیا ہے، قدم قدم پر سنگین خطرات کے ڈیرے ہیں، فتنہ و فساد اور جنگ و جدال نے اس کا سکون برباد کر دیا اور ناک میں دم کر

رکھا ہے اور یہ کرۂ ارض انسانوں کے اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے سامان سے جہنم زار بنتا جا رہا ہے، ایسی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے معاشرے میں حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام حیات کی قندیل فروزاں سے ظلمت کدۂ انسانیت کو بقعۂ نور بنایا جا سکتا ہے اور یہ خطۂ زمین آج بھی امن و سلامتی کا مسکن، عدل و انصاف کا مرکز اور فلاح دارین کا گہوارہ بن سکتا ہے:

طلوعِ مہرِ رسالت ہے وداعِ ظلمتِ شب
مرے رسول □ کی بعثت ہے صبحِ نو کی نمود! (۷)

حقیقت یہ ہے کہ فلاح کا تصور اور پھر اس کے تقاضے اخوت اور بھائی چارے کے وسیع تر تصور سے جنم لیتا ہے۔ عربوں کے ہاں عصبیت کی منفی قدر تو اپنے وسیع تر تصور میں جگہ جگہ موجود تھی مگر اخوت کی مثبت قدر زندگی گویا یکسر عنقا تھی۔ یہ بات طے ہے کہ عصبیت سلسلہ وار خون خرابے اور اخوت دائمی فلاح و امن کے رویوں کو راہ دینے کا باعث بنتی ہیں۔ ہر چند کہ اسلام کی آفاقی اور لازوال دعوت کے اولین مخاطب تو عرب ہی تھے تاہم قرآن کا لہجہ پوری انسانیت اور آنے والے سارے وقتوں پر محیط ہے۔ (۸)

مدینہ میں اسلامی فلاحی ریاست کو تشکیل دیتے ہوئے نبی اکرم (□) نے بنیادی طور پر لوگوں کو اخوت اور وحدت کے نصب العین کی طرف دعوت دی۔ چنانچہ یہ امر واقع ہے کہ کامیاب فلاحی ریاست کے قیام میں رسول عربی (□) کی یہی تربیت کام آئی جو آپ نے کمال محنت کے ساتھ اپنے ساتھی عوام کی فرمائی۔ اس تربیت کے کچھ بنیادی نکات آپ نے اپنی ایک گفتگو میں ذیل کے الفاظ میں بے حد خوبصورتی کے ساتھ سمیٹ لئے۔ فرمایا، ترجمہ: "دیکھو باہم تجسس نہ کیا کرو بھاؤ چڑھانے کے لئے بولی نہ دو، حسد اور بغض نہ کرو ایک دوسرے سے منہ نہ موڑو پس اللہ کے بندے اور باہم بھائی بھائی بن کر رہو"۔ (۹)

نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جس فلاحی ریاست کی بنیاد رکھی اس کا وجود عملاً صرف اس لئے ممکن ہو سکا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عوام کے سامنے قیادت کی بے نظیر مثالیں پیش کیں۔ جنگ احزاب میں راتوں کی بے پناہ ٹھنڈک اور دن کے اوقات میں ایک طویل اور چوڑی خندق کی کھدائی کی تھکا دینے والی مشقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود برابر کا حصہ لیا۔ اور یہ مسلمانوں کے لئے بھوک اور پیاس کے دن تھے۔ غذا بہت کم میسر تھی، بعض لوگوں کو تین تین دن سے فاقہ تھا، پیٹ پشت سے جا لگے تھے۔ پھر جب کسی ساتھی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شدید بھوک کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ سے قمیص کو اٹھا دیا۔ وہاں ایک پتھر بندھا ہوا تھا۔ برابر کی اس محنت میں اپنے پیغمبر اور جنگی

قائد کی حالت دیکھ کر سب کی ہمتیں لوٹ آئیں ۔کارکردگی کی قوت دگنی ہوگئی۔ ایسے ہی معاشرتی عدل اور برابری کا نمونہ جنگ بدر کے معاً بعد مدینہ پہنچ کر اس وقت بھی ہوا تھا جب قیدیوں کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا گیا اور ان میں زخمی بھی تھے جن میں نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سربراہ ریاست کے چچا عباسؓ بھی تھے، جو رات کو زخموں کی شدت سے کراہتے تھے اور قریب ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خونی رشتے کی وجہ سے دکھ ہوتا تھا اور نیند نہیں آتی تھی ۔صحابہؓ کو اس بات کا احساس ہوا تو انہوں نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم آپ کے چچا عباس کے بندھن ڈھیلے کردیں تا کہ انہیں تکلیف نہ ہو ۔فرمایا، تب پھر صرف میرے چچا عباسؓ ہی کے کیوں سارے زخمیوں کے بندھن ڈھیلے کردیے جائیں میں اپنی قائم کردہ فلاحی ریاست میں جو معاشرتی عدل چاہتا ہوں اس میں سب کے ساتھ مساوات اور برابری کا سلوک ہوگا۔(۱۰)

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی راہنمائی کی تکمیل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرمائی، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں ایک مکمل اسلامی فلاحی ریاست قائم کرکے ہماری سیاسی زندگی کے لئے بھی بہترین اسوہ عطا فرمایا، اور وہ ریاست مدینہ، اللہ کی حاکمیت، تبلیغ دین، اندرونی استحکام، انسانی ضروریات کی کفیل، غیر مسلموں کی تالیف قلب، قانون کی حکمرانی، عدل و انصاف اور مساوات کے حقیقی مظاہرے اور کامیاب ترین خارجہ تعلقات کی منہ بولتی تصویر تھی، اور یہی وہ اصول حکمرانی تھے، جن پر عہد رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حکومت کا نظام قائم ہوا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنھم نے انہی خطوط پر اسلامی فلاحی ریاست کے عروج کے لئے جدوجہد کی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی براہ راست تعلیم وتربیت کا نتیجہ تھا۔(۱۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کا رنگ مسلمانوں کے دل و دماغ پر اس طرح چڑھایا، کہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور بڑائی کا شعور ان کے ذہن وقلب کا جز لاینفک بن گیا کہ بڑائی اور کبریائی صرف اور صرف اس کا خاصہ ہے ۔اسی طرح وہ تمام صفات حسنہ میں بھی سب سے بڑا اور لاثانی ہے، اسی طرح وہ کسی کا محتاج نہیں، بلکہ سب کائنات اپنے تمام کاموں میں صرف اسی کی محتاج ہے ۔عبادت بندگی اور اطاعت صرف اسی کا حق ہے اس لئے انسان کسی انسان کا غلام نہیں اسے نہ کسی فرعون وقت اور ہامان وقت کا خوف ہونا چاہیے اور نہ وہ کسی غیر اقوام کی دماغی یا سیاسی مرعوبیت سے متاثر ہوتا ہے، یہ عقیدہ انسانیت کو ایک بلند اور ارفع مقام پر فائز کردیتا ہے ۔وہ کسی انسان کے سامنے سر جھکانے اور ہاتھ پھیلانے سے سختی کے ساتھ روکتا ہے ۔تنگ نظری سے متنفر اور وسعت نظری کا حامل بنا دیتا ہے ۔ کیونکہ اس کا خالق زمین و

آسمان، مشرق ومغرب اور تمام کائنات کا پالنے والا ہے۔ اس اعتقاد نے انسان کو عزتِ نفس کی دولت سے نوازا مخلوقات کے آگے جھکنے کی بجائے صرف ایک خدا کے سامنے اس کا سر جھکا دیا۔ جو تمام طاقتوں کا مالک اور موت وحیات کا مالک ہے، پس عقیدۂ توحید نے انسان کو وہ عظمت عطا کی جو اس کا فطری حق تھا، کیونکہ قرآن کی رو سے وہ خلیفہ (نائب مولا) فی الارض ہے۔ (۱۲)

سرور دین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بنی نوع آدم کو نجی زندگی گذارنے کے قرینے بھی عطا فرمائے ہیں اور اجتماعی زندگی کے طور طریق اور اصول وضوابط سے بھی نوازا ہے۔ نجی زندگی کے قرینے فرد کو ایک مہذب شہری بناتے ہیں، جبکہ اجتماعی زندگی کے طور وطریق اور اصول وضوابط ایک صحت مند معاشرے اور فلاحی ریاست کی تخلیق کا سبب ہوتے ہیں۔ اسی لئے معاشرہ اسلامی کا ہر فرد اور تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم ہونے والی ریاست ایک دوسرے سے مربوط ومنضبط رہے اور فکر وعمل کی بے مثال وحدت کا مظہر بھی ہوئے۔ خلفائے راشدین کے عہد تک قائم رہنے والی ریاست انہی حقائق کی آئینہ دار تھی۔ جہاں روزمرہ کی زندگی میں ہر فرد جذبۂ ایثار اور مقصود جہاد سے سرشار تھا، جہاد نجی زندگی میں نفس کے خلاف اور اجتماعی زندگی میں دشمنان حق کے خلاف۔ وہ اسلامی ریاست بلا امتیاز ہر فرد کی فلاح و بہبود کی ضامن تھی۔ ریاست کے افراد اپنے فرائض سے آگاہ تھے اور ریاست ان کے حقوق کا پاس رکھتی تھی۔ تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ابھرنے والی ریاست کا یہی تصور ہے، اسی کو اسلامی فلاحی ریاست کہتے ہیں۔ (۱۳)

اسلامی فلاحی ریاست میں خشیت الٰہی کا وجود افراد کو آمادۂ عمل کرتا ہے، تو حب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں طریقۂ عمل کی راہ دکھاتی ہے، یہی وہ اصول زندگی ہے جس کو حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے پسند فرمایا ہے، اور **ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ** (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی) سے تعبیر کیا ہے۔ اطاعت جبر سے بھی ہوتی ہے، جو شہنشاہیت، آمریت اور اسی طرح کی دیگر ریاستوں کا وطیرہ رہا ہے۔ لیکن وہاں ثبات نہیں ہوتا۔ انسانی فطرت ہمیشہ جبر کے خلاف بغاوت کرتی ہے۔ اسی لئے اسلامی ریاست میں جبر کا تصور ممکن نہیں۔ اسلام تو اطاعت بالرضا کا درس دیتا ہے۔ جس کا طریقہ کار رضا جوئی سے عبارت ہے اور جس کے حصول کا واحد ذریعہ حب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ (۱۴)

اسلامی جمہوریہ پاکستان کو فلاحی ریاست بنانے کا خواب اسی وقت پورا ہوسکتا ہے جب اسلامی تعلیمات پر مکمل طور پر عمل کیا جائے۔ یہ وہ رہنما اصول ہے جس کے سامنے تمام نظریات اور تمام ازم ہیچ ہیں۔ تاہم وطن عزیز کو فلاحی مملکت بنانے کے لئے چند اصول اپنانے کی فوری ضرورت ہے، جو

حسب ذیل ہیں:

۱۔اللہ کی حاکمیت کو صدق دل سے تسلیم کیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت بھر پور انداز سے کی جائے ۔مملکت کے سبھی افراد پر اپنے روزمرہ معمولات میں از خود لازم ہو کہ وہ نہ تو خود کسی قسم کی بے ایمانی کریں گے نہ ہی اس کی حوصلہ افزائی یا اس سے چشم پوشی کریں گے۔

۲۔اس وقت ایک اہم اصول اپنانے کی سبھی کو ضرورت ہے جس میں لوگوں کا رجحان مختلف کاموں میں دلچسپی لینا ہو۔وطن عزیز کے سبھی افراد پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ سستی اور کاہلی کی تمام عادات کو چھوڑ کر کام، کام، اور بس کام کی طرف توجہ دیں۔

۳۔مملکت کے سبھی افراد اخلاقی اور معاشرتی طور پر سادگی اپنانے کے پابند ہو جائیں کہ وہ نہ تو اسراف کریں گے، اور نہ ہی دیکھا دیکھی خودنمائشی کے مرتکب ہوں گے، سادگی اپنانے کا یہ اصول یقیناً کفایت شعاری کو فروغ دیتا ہے، جس میں لوگوں کو اپنے وسائل میں رہ کر زندگی گزارنے کے سلیقے آجاتے ہیں۔

۴۔قرضوں کے بوجھ کی وجہ سے مملکت خدا داد پاکستان اپنے ہر باشندے سے متقاضی ہے کہ ملکی وسائل کا استعمال بہتر انداز میں ہو۔سبھی افراد پر لازم ہو کہ وہ نہ صرف اپنی ذات کے فائدے کے لئے جستجو کریں بلکہ اخلاقی معاشی طور پر ملک کی ترقی اور خوشحالی کا باعث بنیں۔

۵۔اس وقت وطن عزیز کو فلاحی مملکت بنانے کا خواب یوں پورا ہو سکتا ہے، جب زندگی کے سبھی گوشوں میں صحیح اور جائز میرٹ کی پالیسی کو اپنایا جائے۔بغیر کسی تمیز و تخصیص کے ان لوگوں کو اہمیت دی جائے جنہوں نے کسی بھی شعبے میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہو۔

۶۔انسانیت اور شرافت کی زندگی گزارنا نہ صرف امن و امان کی ترقی کا باعث ہے، بلکہ سماجی اور معاشی استحکام کا باعث بھی ہے، مملکت کے سبھی افراد پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ظلم و زیادتی اور فساد کے خلاف کمر بستہ ہوں اور انسداد جرائم کے سلسلے میں ہر چھوٹی سطح سے بڑی سطح تک اپنا بھر پور کردار انجام دیں۔(۱۵)

الغرض جس ملک کی فضاؤں میں خلوص و اعتماد کے بجائے خود غرضی اور حسد کے شعلے بھڑک رہے ہوں اور باہمی عداوت و بدخواہی کے انگارے دہک رہے ہوں اس ملک کی ترقی اور خوشحالی کے خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتے۔بڑے بڑے دانشوروں کے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں، جس قوم کے دلوں میں باہمی محبت و ایثار کے بجائے نفرت و عداوت کے جذبات پرورش پا رہے ہوں

وہ قوم سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر حوادثات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتی ہے، مصائب و آلام کا طوفان کسی وقت بھی اسے خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جا سکتا ہے، اتحاد و اتفاق، جو ہر قوم کی قوت کا سرچشمہ ہے اسی وقت ظہور پذیر ہوتا ہے جبکہ معاشرے کا ہر فرد دوسرے افراد کے حقوق کا پاسبان ہو۔ اگر ہم ایک دوسرے کے حقوق کا خلوص نیت سے تحفظ نہیں کریں گے تو کوئی سحر طراز خطیب اپنی پند و موعظت سے اس قوم کو رشتہ محبت میں پرو نہیں سکتا۔ حق تلفی کی صورت میں انتہائی قریبی رشتے منہ لگانے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ ماں کی روایتی محبت کے چشمے بھی خشک ہو جاتے ہیں۔ بہن اور بھائی کا تاریخی تعلق بھی نفرتوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے، حق تلفی سے جنم لینے والی نفرتیں، اتفاق و اتحاد کے قلعوں کو پاش پاش کر کے رکھ دیتی ہیں۔

وہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کو اس کے خالق و مالک نے ایک ایسی امت کی تشکیل کے لئے مبعوث فرمایا تھا جس کے پیش نظر کلمہ حق کو بلند کرنا، انسانی معاشرہ کے افراد کو خیر و فلاح کی طرف دعوت دینا، برائیوں کے سیل رواں کے سامنے سد سکندری قائم کرنا، اور ایک ایسے نظام حیات کو نافذ کرنا ہے جو نوع انسانی کی فلاح و فوز کا ضامن ہو، جو لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو روح پرور اور مسرت آگیں انقلاب سے دوچار کر دے۔ جو برائیوں اور فساد انگیزی کی خاردار جھاڑیوں کی بیخ کنی کرے۔ انسانی خوشحالی اور صحت مند ارتقاء کے ایسے گلشن آباد کرے جہاں نوکدار کانٹوں کے بجائے محبت و پیار کے پھول کھلیں۔ مسرت و شادمانی کی کلیاں مسکرائیں، اور رعنا دل خلوص و ایثار کے گیت گا کر افسردہ دلوں کو بھی مسرتوں سے سرشار کر دیں۔ اس امت کی تاسیس کے مقاصد میں سے عظیم ترین مقصد یہ ہے کہ تمام غیر فطری اور باطل نظاموں کو نیست و نابود کر کے ایسے نظام کو رائج کرے جس کی بنیاد انسانی مساوات اور قانونی و عمرانی عدل و انصاف پر ہو۔ ایسی جلیل القاصد امت کو اس طرح معرض وجود میں لانا کہ ہر باطل پر وہ اپنی بالادستی اور برتری ثابت کر سکے کوئی طاغوتی طاقت اس کو مغلوب نہ کر سکے۔ کوئی نمرود، کوئی فرعون، کاروان انسانیت کی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں نہ کھڑی کر سکے۔ کوئی قارون قوم کے معاشی وسائل پر غاصبانہ قبضہ کر کے دوسرے افراد ملت کو محرومیوں اور حرماں نصیبیوں کے اندھیروں میں دھکیل نہ سکے اور عملی طور پر اس فرمان الٰہی کی تصدیق کر سکے۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔ (الفتح:۲۹) ایسے نظام حیات کو عملی جامہ پہنانے اور کامرانی سے ہمکنار کرنے کے لئے ضروری تھا کہ ایک ایسی امت کو اس نعمت کا امین بنایا جائے ایک ایسی ملت کو اس عظیم تحریک کا پرچم سونپا جائے جو اپنی اجتماعی قوت سے راہ میں حائل ہونے والی چٹانوں کو اپنے پاؤں کی ٹھوکر سے ریزہ ریزہ کرنے

not

کا دم خم رکھتی ہو۔یہ اس وقت ممکن ہے جب اس ملت کے تمام افراد محبت خیر اندیشی کے جذبات سے سرشار ہوں، جب اس ملت کا ہر فرد ایک دوسرے کے حقوق کا پاسبان ہو، کسی کی حق تلفی کے بارے میں کوئی سوچ نہ سکے، سب بھائی اپنے دینی بھائیوں کے لئے وہ چیز پسند کریں جو وہ اپنے لئے پسند کرتے ہیں ۔

جب قانون کی نگاہ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر اور ایک عام آدمی برابر ہیں تو اور کون شخص ہے جو اپنے آپ کو اسلامی قانون سے بالاتر سمجھے غسانی قبیلے کا سردار جبلہ نے عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کیا۔حضرت فاروق اعظمؓ کی معیت میں فریضہ حج ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ حاضر ہوا وہ کعبہ شریف کا طوف کر رہا تھا کہ اچانک ایک بدو کا پاؤں اس کی چادر پر پڑ گیا اس نے مڑ کر دیکھا کہ ایک گنوار شخص نے اس کی شاہانہ چادر پر پاؤں رکھنے کی جرات کی ہے، وہ غصہ سے بے قابو ہوگیا، اور اس بدو کے منہ پر زوردار تھپڑ رسید کردیا، وہ بدو فریاد لیکر بارگاہ خلافت میں پہنچا۔حضرت فاروق اعظمؓ نے جبلہ کو اپنے دربار میں طلب کیا اور کہا کہ تم نے اس بدو پر زیادتی کی ہے اور وہ بدو تم سے انتقام لینے کا مطالبہ کررہا ہے۔تم اس بدو کو راضی کرلو یا اپنے آپ کو انتقام کے لئے پیش کردو۔اس نے کہا امیرالمؤمنینؓ! میں اپنے قبیلہ غسان کا رئیس ہوں۔ساری قوم میری عزت وتکریم کرتی ہے، میں نے تو اسلام اس لئے قبول کیا تھا کہ میری عزت وتوقیر میں اضافہ ہوگا، اور آپ اس بدو کے انتقام کا مطالبہ کر رہے ہیں۔آپ نے فرمایا، جبلہ، زمانہ جاہلیت کی ان باتوں کو رہنے دو۔اب تیرے درمیان اور اس بدو کے درمیان کوئی فرق نہیں۔تم انسانیت میں یکساں ہو۔اس لئے تم سے انتقام لیا جائے گا اس نے کہا امیرالمؤمنین! مجھے ایک رات سوچنے کی مہلت دیجئے آپؓ نے اس کی یہ درخواست قبول کرلی اور دوسرے روز حاضر ہونے کا حکم دیا۔وہ رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہاں سے بھاگ گیا اور قیصر روم کے پاس قسطنطنیہ پہنچ گیا اس نے اسلام کو ترک کرکے دوبارہ عیسائیت کو قبل کرلیا، لیکن حضرت فاروق اعظمؓ کو اس کا قطعاً ملال نہ ہوا اگر کوئی گمراہ ہوتا ہے تو ہوتا رہے اس سے اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، لیکن ہم کسی کی بے جا ناز برداری کے لئے احکام الٰہی میں ردوبدل نہیں کرسکتے، اس قسم کے صدہا واقعات ہیں امت مسلمہ نے انسانی مساوات کو برقرار رکھنے کے لئے کئی مصائب وآلام برداشت کئے لیکن نظریہ مساوات پر آنچ نہیں آنے دی۔

جس دین فطرت نے یہاں تک لوگوں کے حقوق کی ضمانت دی ہے وہ دوسرے اہم حقوق پر ڈاکا ڈالنے کی کب اجازت دے سکتا ہے۔جب قوم کے ہر فرد کے ہر قسم کے حقوق کی پاسبانی کی جائے گی تو کسی کی حق تلفی کی نوبت نہ آئے گی اس لئے کسی کے دل میں کسی کے بارے میں بغض، عناد، نفرت و

بیزاری کے جذبات نہیں پیدا ہوں گے وہ قوم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان روشن تعلیمات کے ٹھنڈے سائے میں اتفاق ومحبت کی زندگی بسر کرے گی اور ہر خطرے کے موقع پر سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر سیل حوادث کا منہ موڑ دے گی۔ (پیر محمد کرم شاہ الازہری)

حوالہ جات

قومی سیرت کانفرنس منعقدہ ۱۲، ۱۳ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ/ ۱۴، ۱۵/ اکتوبر ۱۹۸۹ء

۱۔ پیغمبر اسلام□ بحیثیت داعیٔ امن واخوت/ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی/ ص ۳۶
۲۔ ایضاً/ ص ۴۴
۳۔ مولانا عبدالعزیز عرفی/ ص ۸۲
۴۔ ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعیٔ امن واخوت/ ابوطاہر سید سبط احمد/ ص ۱۹۴
۵۔ ایضاً/ ص ۱۹۷
۶۔ امت واحدہ کے بانی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم/ مولانا ارشاد الحق تھانوی/ ص ۲۳۵، ۲۳۱
۷۔ سرورکائنات□ بحیثیت داعی امن واخوت/ ڈاکٹر انعام الحق کوثر/ ص ۲۵۴
۸ ایضاً/ ص ۲۶۶
۹۔ رسول اکرم□ کا پیغام امن واخوت کا عالمی نظام/ سید اسعد گیلانی/ ص ۳۲۵
۱۰۔ نبیٔ اکرم صلی□ بحیثیت پیغمبر امن وعافیت/ پروفیسر سمیع الحق قریشی/ ص ۳۸۳
۱۱ ایضاً/ ص ۳۹۳
۱۲۔ حضور اکرم□ بحیثیت داعی امن واخوت/ سید ازکیا ہاشمی/ ص ۴۳۱

سیرت کانفرنس منعقدہ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء:

۱۔ انسانی حقوق اور تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم/ ڈاکٹر انعام الحق کوثر/ ص ۷۷
۲۔ حقوق انسانی اور تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم/ مفتی سید کفایت حسین نقوی/ ص ۹۳
۳۔ انسانی حقوق اور تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم/ ڈاکٹر محمد عبداللہ قاضی/ ص ۳۰۵
۴۔ ایضاً/ ص ۳۲۱
۵۔ اسلامی فلاحی ریاست اور اس کے تقاضے/ پروفیسر اسد اللہ بھٹو/ ص ۴۸۳
۶۔ ایضاً ص ۴۸۹

not

۷۔ مولانا مجاہد الحسینی/ص۵۰۱

۸۔ ایضاً/ص۵۰۷

۹۔ پروفیسر سمیع اللہ قریشی/ص۵۲۹

۱۰۔ ایضاً/ص۵۳۱

۱۱۔ ایضاً/ص۵۳۵

۱۲۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید/ص۵۵۹

۱۳۔ پروفیسر انعام اللہ جان/ص۵۸۸

۱۴۔ عبدالعزیز عرفی/ص۶۷۱

۱۵۔ ایضاً/ص۶۷۴

۱۶۔ شبیر احمد بلوچ/ص۷۴۵

نشانات ارض القرآن

شاہ مصباح الدین شکیل

صفحات:۲۵۶ قیمت:۱۹۵/روپے

دیدہ زیب، خوبصورت اور چہار رنگا طباعت

فضلی بک سپر مارکیٹ

اردو بازار کراچی، فون:2212991

ماہنامہ **تعمیر افکار**، کراچی

مدیر: سید عزیز الرحمٰن

☆ نئے، اچھوتے اور اہم موضوعات پر اداریہ ☆ علمی و تحقیقی مضامین ☆ حالات حاضرہ پر تجزیاتی مطالعہ

☆ ہر ماہ دینی رسائل و جرائد میں شائع ہونے والے مضامین کی موضوعاتی فہرست

رابطے کے لئے: اے۔۴/۱۷، ناظم آباد نمبر۴، کراچی۔ پوسٹ کوڈ:۷۴۶۰۰۔ فون:۶۶۸۴۷۹۰